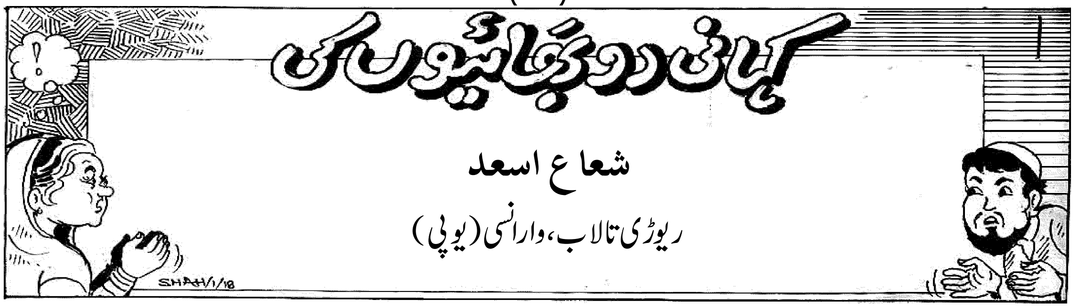

کہانی دو بھائیوں کی

شعاع اسعد
ریوڑی تالاب، وارانسی (یوپی)

ہر موقع پر ایسا ہی ہوتا تھا۔عمر کے سامنے وہ ہار جاتا،اس سے کمتر مانا جاتا،اسے شکست نصیب ہوتی اوراپنی اس شکست پر وہ ایک بار پھر کمتری کے احساس سے چور چور ہوجاتا تھا۔عمر گردن تان کر اس کی طرف دیکھتا گویا کہ وہ اسے چیلنج کرتا ہو کہ مجھ سے آگے تم جا ہی نہیں سکتے اور یہ سچ بھی تھا کہ وہ عمر کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا نہ ذہانت میں نہ لیاقت میں اور نہ ہی وجاہت میں۔

عمر اور فہد چچازاد بھائی تھے۔ابھی فہد بہت چھوٹا تھا کہ اس کے والدین کارو ڈایکسیڈنٹ میں انتقال ہوگیا تھا۔تب سے اس کے چچا یعنی عمر کے ابو فہد کو اپنے گھر لائے اور اسے اپنا بیٹا بنالیا ،فہد بھی چچا اور چچی کو امی اور ابو کہا کرتا جیسے کہ عمر کہتا تھا۔عمر بڑا تھا اور فہد چھوٹا تھا۔عمر نہایت ذہین اور بلا کا حاضر جواب تھا۔ کلاس میں ہمیشہ اول آتا تھا۔شروع میں عمر اور فہد دونوں گھر کے پاس ایک مدرسہ میں جایا کرتے تھے، لیکن ابو نے عمر کی ذہانت سے متاثر ہوکر اس کو کانوینٹ میں داخل کروا دیا۔ وہاں بھی اس کی کارکردگی بہت عمدہ رہی۔ جبکہ فہد بچپن ہی سے بیمار رہا کرتا تھا۔آئے دن ناغہ کرنے کی وجہ سے اس کی تعلیمی کارکردگی بھی خراب ہوتی جاتی اور وہ کسی طرح صرف پاس ہوکر اگلے درجہ میں چلا جاتا تھا۔

ماں اور باپ دونوں کا لاڈ پیار پاکر عمر بہت ضدی ہوگیا تھا۔اپنے ہم عمر لڑکوں کے پاس جو بھی نئی چیز دیکھتا گھر آکر فوراً ابو سے فرمائش کردیا کرتا تھا اور ابو بھی اسے لاکر دے دیتے۔ان کا کہنا تھا کہ میرا بیٹا اتنا ذہین وفطین ہے اچھے نمبرات لاکر میرا نام روشن کرتا ہے تو میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں اس کی ہر ایک خواہش پوری کروں۔فہد کے حصے میں کیا آتا؟ عمر کی اترن یا پھر عمر کے لئے لائی گئی وہ چیزیں جنہیں وہ ناپسند کردیا کرتا تھا۔فہد اسے قبول کرلیا کرتا اور اپنی جانب سے کوئی نئی فرمائش نہ کرتا۔ایک مرتبہ اس نے امی سے نئی گھڑی لینے کے لئے کہا تھا۔امی کے پاس عمر بیٹھا ہوا تھا۔جب اس نے سنا تو اپنی گھڑی اتار کر فہد کو دے دیا اور امی سے کہا کہ مجھے پیسے دیجئے میں نئی گھڑے لے لوں گا۔فہد نے تامل کیا تو امی نے اسے بری طرح

جھڑک دیا اور کہا: فہد اس میں نئی پرانی کی کیا بات ہے تمہیں گھڑی چاہئے تھی مل گئی تم عمر کی برابری کیوں کررہے ہو تم کون سی پوزیشن لے کر آتے ہو؟ یہ سب سن کر اس کا دل کرچی کرچی ہو گیا۔ اپنے اندر آنسو پیتے ہوئے وہ اٹھ کر کمرے میں چلا آیا اور اندر جاکر اس نے گھڑی کو دیوار سے دے مارا اور گھڑی کا شیشہ چور چور ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس واقعے کے بعد اس نے کسی نئی چیز کی فرمائش اپنی جانب سے نہیں کی۔ کیونکہ ہر قدم پر اس کا عمر کے ساتھ موازنہ کیا جاتا، عمر ایسا ہے عمر ویسا ہے۔ یہ سب سنتے سنتے ہوئے اس کا دماغ بھر گیا، لیکن اس میں اس کا کیا قصور تھا کہ وہ عمر جیسا نہیں تھا۔ وہ تو بچپن سے ہی کمزور تھا۔ اس کے گھر کوئی اس کی نفسیات کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ ایسے وقت میں اس کا دل چاہتا کہ ایسی جگہ چلا جائے جہاں کوئی نہ ہو اور چپکے چپکے روتے ہوئے اپنی ماں کی گود میں سو جائے، لیکن ایسا ممکن نہیں تھا۔ جب بھی ایسا ہوتا وہ اپنی ڈائری کھول کر سارا غم اس میں انڈیل دیتا اور اپنے تمام غم اس سے کہہ کر مطمئن ہو جایا کرتا اور ایک نئے عزم کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا۔

وقت گزرتا گیا۔ ایک سال سے دوسرا سال آتا گیا۔ عمر اسکول سے کالج اور کالج سے یونیورسٹی میں پہنچ گیا۔ پھر اس نے بیرون ملک جانے کی کوشش شروع کردی۔ اسے لندن میں پی. ایچ. ڈی. کرنے کی آفر ملی۔ ابو نے پاسپورٹ بنوایا اور قرض لے کر اسے لندن بھیجا۔ وہاں پہنچ کر اس نے خط لکھا کہ وہ بہت خوش ہے۔ تو ادھر امی ابو کے دل کو بھی سکون ملا، لیکن کچھ دنوں کے بعد فون اور خطوط کا رابطہ بھی بند ہو گیا۔ اس کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں ہے اور کیسے ہے؟

اب امی ابو دونوں کی توجہ فہد کی جانب تھی۔ اس نے انٹر کیا اور ایک کریانے کی دوکان کھول لی۔ اس کی فرماں برداری اور سلیقہ مندی کو دیکھ کر محلے والوں نے اسے مسجد کا امام بنا دیا۔ اب وہ پابندی سے اذان دیتا اور اس کی امامت میں پورے محلے والے نماز پڑھا کرتے۔ اس کی آواز میں ایسا جادو تھا کہ مقتدی مسحور ہو جایا کرتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد وہ محلے کے بچوں کو اکٹھا کر کے قرآن پاک پڑھایا کرتا اور سونے سے پہلے وہ باپ کا پیر دباتے ہوئے پورے دن کی روداد سنایا کرتا تھا۔ والدین بھی اس کی بلائیں لیتے نہ تھکتے اور عمر کو کوستے کہ لندن جا کر اپنے والدین کو ہی بھول گیا۔ اماں بوڑھی ہو چکی تھیں اور بار بار اپنے گزشتہ رویوں کی معافی مانگ کر اسے شرمندہ کردیتیں، لیکن اس نے تو انہیں ہمیشہ سے ایک مخلص رہنما اور مشفق سرپرست سمجھ کر ان کی کسی بھی بات کا برا نہیں مانا۔ اب اسے ماں اور باپ دونوں کا بھرپور پیار مل چکا تھا اور وہ خالق حقیقی اور کاتب تقدیر کا شکر ادا کرنا نہ بھولتا جس نے یہ دن بھی دکھایا۔ ○○